QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

عالمی امن کے قیام کے لئے اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی

Guidance from the Sirah of the Holy Prophet ﷺ for establishing global peace

Hafiz Javed Ahmad

Lecturer at Punjab College Rawalpindi, PhD Scholar, Lahore Garrison University Lahore.

Email: hafizjavedahmad1976@gmail.com

Dr. Muhammad Saeed-Ur-Rehman

Assistant prof. Visiting WEC /University of Wah, Member shineeks Editorial Board USA

Email: msaeed.urrehman@yahoo.com

Dr. Khalid Mahmood

Lecturer, Dept. of Pakistan Studies, Allama Iqbal Open University Islamabad. Email: khalid.mahmood@aiou.edu.pk

The pursuit of global peace is a fundamental tenet of Islam, as exemplified through the life of the Prophet Muhammadﷺ. His teachings advocate core values such as forgiveness, love, brotherhood, unity, coexistence, and tolerance, emphasizing the importance of compassion, patience, and respect for humanity. Central to the promotion of both internal and global peace are the teachings of the Qur'an and Sunnah. The Treaty of Hudaybiyyah represents a critical juncture in early Islamic history, strategically negotiated to establish peace amid conflict, particularly when Muslims in Medina faced threats from the Quraysh of Mecca and the Jewish tribes of Khaybar. This treaty not only facilitated future interactions but also laid the groundwork for the expansion of Islam, despite its initial appearance of favoring the Quraysh. The subsequent breach of this treaty by the Quraysh culminated in the conquest of Mecca, during which the Prophet exemplified mercy by granting amnesty to the surrendering populace, thereby reinforcing the Islamic principles of forgiveness and justice.

This article examines the necessity and significance of peace in light of the Qur'an and Sunnah, delves into the implications of the Treaty of Hudaybiyyah and the subsequent conquest of Mecca, and underscores the importance of upholding agreements in international relations. The life of the Prophet Muhammad ﷺ serves as a paradigm for navigating conflict and

DOAJ OPEN GLOBAL TRUSTED
Academic Resource Index ResearchBib
Journament
CiteFactor Academic Scientific Journals
اشاریہ اردو جرائد
Eoi Electronic Object Identifier
I2OR
Cosmos

diplomacy, illustrating how compassion and justice can prevail in the quest for global peace.

Keywords: Global peace; Treaty of Hudaybiyyah; Prophet Muhammad; Quraysh; Islamic history; conflict resolution; diplomacy; international relations.

تعارف:

اسلام دین امن وسلامتی ہے۔ اسلام عفو ودر گزر، محبت واخوت، اتحاد واتفاق، بقائے باہمی اور رواداری کا مذہب ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو محبت وپیار، حلم وبردباری، قوت برداشت، احترام انسانیت اور ہم آہنگی کا درس دیتا ہے۔ اسلام ہر قسم کی دہشت گردی، تنگ نظری، تعصب، فتنہ وفساد، اختلاف وانتشار، لڑائی جھگڑے اور قتل وغارت کے خلاف ہے۔

قرآن وسنت کی تعلیمات داخلی اور عالمی امن کے قیام کا درس دیتی ہیں۔ محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام عالم انسانیت کو بالعموم اور اہل ایمان کو بالخصوص امن وسلامتی کے ساتھ زندگی گزارنے کی تاکید فرمائی ہے۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری حیات طیبہ امن وسلامتی اور قیام امن سے عبارت ہے۔ آپ علیہ السلام نے اعلان نبوت سے پہلے قیام امن کے لئے حلف الفضول میں حصہ لیا۔ اعلان نبوت کے بعد تیرہ سالہ مکی دور میں قیام امن کے لئے تمام مشکلات ومصائب کو برداشت کیا۔ ہجرت کے بعد قیام امن کے لئے یہود مدینہ کے ساتھ میثاق مدینہ کیا۔ امن کو قائم کرنے کے لئے مہاجرین وانصار کو آپس میں بھائی بھائی بنادیا۔ صلح حدیبیہ قیام امن کی بہترین مثال ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر بغیر جنگ وقتال کے کامیابی حاصل کی اور عام معافی کا اعلان کردیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنہ وفساد اور ظلم وستم کو دور کرنے اور قیام امن کے لئے مختلف غزوات میں حصہ لیا۔ انہوں نے امن قائم کرنے کے لئے کئی شاہان عالم کو قبول اسلام کے لئے خطوط لکھے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں پوری انسانیت کو کامیاب زندگی گزارنے کے طریقے اور قیام امن کی تعلیم دی۔ نبی امن وسلامتی صلی اللہ علیہ وسلم نے داخلی اور خارجی امن وسلامتی کے لئے اپنی تمام توانائیاں صرف کیں۔ آپ علیہ السلام نے ہجرت کے بعد صرف دس سالہ دور میں دنیا کے کئی حصوں پر امن کو قائم فرمادیا۔

زیر نظر مقالہ میں امن وسلامتی کے حوالہ سے اسلامی تعلیمات اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے چند اہم مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے امن کا مفہوم پیش خدمت ہے:

امن کا مفہوم

"الأمن: عدم توقع مكروه في الزمن الآتي، وأصله طمأنينة النفس وزوال الخوف"[1]

"امن کا معنی ہے آنے والے وقت میں ناپسندیدہ شے کی توقع نہ ہونا، اور اس کا اصل نفس کا اطمینان اور ڈر کا زائل ہونا ہے"

"أَمْن [مفرد]: مصدر أمِنَ، أمان، اطمئنان من بعد خوف " {وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا} "..... الأمن الخارجيّ: صيانة أراضي البلاد وحدودها من أيّ اعتداءٍ خارجيّ- الأمن الدَّاخليّ: صيانة النظام وتوطيد القانون داخل البلاد- الأمن العامّ: النَّشاط الحكوميّ الذي يهدف إلى استقرار الأمن في البلاد- الأمن القوميّ: تأمين كيان الدَّولة والمجتمع ضد الأخطار التي تتهدّدها داخليًّا وخارجيًّا"[2]

"امن مفرد ہے یہ امن کا مصدر ہے، اس کا معنی امان ہے، یعنی خوف کے بعد اطمینان، (قرآن میں ہے) اور یاد کرو جب ہم نے بنایا اس گھر (خانہ کعبہ) کو مرکز لوگوں کے لئے اور امن کی جگہ۔۔۔۔

امن خارجی: ملک کی زمینوں اور حدود کا کسی بھی خارجی ظلم و سرکشی سے محفوظ ہونا۔ امن داخلی: شہروں کے اندر نظام کا محفوظ ہونا اور قانون کی بالادستی۔ امن عام: حکومتی ادارہ جس کا مقصد شہر کے اندر امن کو برقرار رکھنا ہوتا ہے۔ امن قومی: حکومت کے عہدیداران اور معاشرہ کا محفوظ ہونا، یہ ان خطرات کی ضد ہے جو داخلی اور خارجی طور پر پیش آتے ہیں"

اس سے واضح ہوا کہ امن کی صورت میں مستقبل میں کسی ناپسندیدہ چیز کے واقع ہونے کی امید نہیں ہوتی۔ امن کا اصلی معنی نفس کا سکون اور خوف کا ختم ہونا ہے۔ امن کا معنی امن وامان ہے۔ قرآن پاک میں بھی یہ لفظ امن کی جگہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ امن کی کئی قسمیں ہیں، جیسے امن خارجی یعنی ملک کا بیرونی خطرات سے محفوظ ہونا۔ داخلی امن یعنی ملک کے اندر کا نظام ہر قسم کی بد نظمی سے محفوظ ہو اور قانون کے مطابق فیصلے ہوتے ہوں۔ عام امن یعنی یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک کے اندر امن وامان قائم رکھے۔ قومی امن یعنی حکومت کے ادارے اور معاشرہ ہر قسم کے خطرات ومشکلات سے محفوظ رہے۔ پرامن معاشرہ سے مراد ایسا معاشرہ ہے جہاں امن وسکون، عدل وانصاف، مساوات، سیاسی، معاشرتی، اقتصادی اور مذہبی حقوق کا تحفظ ہو، کسی پر کوئی ظلم وزیادتی نہ کی جائے۔ اب امن وسلامتی کی اہمیت بیان کی جاتی ہے:

امن وسلامتی کی ضرورت واہمیت

دین اسلام امن وسلامتی کا داعی ہے۔ اسلام کا معنی ہی امن وسلامتی ہے۔ اسلام نے قیام امن پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ قرآن وسنت کی تعلیمات امن وسلامتی پر مشتمل ہیں۔ دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پیکر امن وسلامتی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے رہنمائی لی جائے۔ پیغمبر امن صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات کے ذریعے اللہ کی سرزمین پر ایسا نظام امن قائم فرمایا جس کی مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔

امن کسی بھی معاشرے کی تشکیل میں ریڑھ کی ہڈی کی طرح اہم ہوتا ہے۔ معاملات کے سلسلہ میں اسلام ہمیں حسن معاشرت کی تعلیم دیتا ہے۔ انصاف کے سلسلہ میں مساوات کا درس دیا گیا ہے۔ حقوق کے سلسلہ میں قرآن ہمیں لوگوں سے نرمی سے بات کرنے کا حکم دیتا ہے، حتی کہ والدین کے سامنے اف تک کہنے سے منع کرتا ہے۔ لہذا معاشرہ میں امن وسکون اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہی ممکن ہے۔ اب امن وسلامتی کی تعلیمات قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کی جاتی ہیں:

امن وسلامتی کی تعلیمات قرآن وسنت کی روشنی میں

کسی بھی معاشرہ میں امن وسلامتی کو قائم رکھنے کے لئے انسان کی جان، مال اور عزت وآبرو کا تحفظ ضروری ہے۔ اسلام میں انسانی جان کی بڑی قدر وقیمت ہے۔ قرآن پاک نے ایک انسان کے قتل ناحق کو تمام انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

"مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا" [3]

"اسی وجہ سے (حکم) لکھ دیا ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جس نے قتل کیا کسی انسان کو سوائے قصاص کے اور زمین میں فساد برپا کرنے کے تو گویا اس نے قتل کر دیا تمام انسانوں کو اور جس نے بچالیا کسی جان کو تو گویا بچایا اس نے تمام لوگوں کو"[4]

انسانی جان کی عزت وحرمت کا ایسا عالمگیر تصور سوائے اسلام کے کسی اور مذہب نے پیش نہیں کیا۔ اس آفاقی تصور کی وجہ سے قرآن اہل ایمان کو امن کا سب سے بڑا علمبردار اور مستحق قرار دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (81) الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ (82)"[5]

"تو (تم ہی بتاؤ) دونوں فریقوں سے کون زیادہ حقدار ہے امن (وسلامتی) کا اگر تم کچھ جانتے ہو۔ وہ جو ایمان لائے اور نہ ملایا انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے انہیں کے لئے ہی امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں"[6]

ان آیات سے یہ واضح ہوا کہ امن وسلامتی کے حقیقی علمبر دار وہ لوگ ہیں جو ایمان لانے کے بعد شرک اور ظلم نہیں کرتے، وہی امن کے اصل داعی ہیں اور ہدایت پر قائم ہیں۔ اسلام میں امن وسلامتی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر خانہ کعبہ کے بعد جو دعا سب سے پہلے مانگی، وہ قیام امن کی تھی۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

"وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا"[7]

"یاد کرو جب عرض کی ابراہیم (علیہ السلام) نے اے میرے رب بنادے اس شہر کو امن والا"[8]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا مقصد یہ تھا کہ اے اللہ اس مکہ شہر کو حرمت والا قرار دے دے اور حدود حرم میں ہر قسم کی قتل وغارت اور خون ریزی کو منع فرمادے۔ لہذا اللہ تعالی نے اپنے خلیل کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور مکہ مکرمہ کو حرم قرار دے دیا، حتی کہ زمانہ جاہلیت میں بھی کفار شہر مکہ کی حدود میں قتل وغارت سے اجتناب کرتے تھے۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث اور سنت کے ذریعہ بھی امن وامان کا حکم دیا ہے اور ہر قسم کے ظلم وستم اور عصبیت سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کے حدیث پاک میں ہے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ"[9]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس سے لوگوں کے خون اور اموال محفوظ رہیں"

"أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ سُلَيْمٍ، أَخْبَرَهُ عَنْ عِدَّةٍ، مِنْ أَبْنَاءِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ آبَائِهِمْ دِنْيَةً عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا، أَوِ انْتَقَصَهُ، أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ، فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[10]

"حضرت صفوان بن سلیمان متعدد اصحاب رسول سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی معاہد پر ظلم کیا یا اسے حقیر جانا یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالا یا اس سے کوئی چیز بغیر اس کی مرضی کے لی تو میں قیامت کے دن اس کی طرف سے جھگڑوں گا"

ان احادیث طیبہ سے واضح ہوا کہ حقیقی مسلمان وہ ہے جو امن پسند ہو۔ جس کی زبان اور ہاتھوں سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے اور اس کی طرف سے دوسرے لوگوں کی جان، مال اور عزت وآبرو محفوظ ہو اور جو شخص کسی غیر مسلم ذمی پر ظلم وزیادتی کرے یا اسے حقیر سمجھے یا اسے بلاوجہ تکلیف دے یا اس سے کوئی چیز چھین لے تو نبی عادل صلی اللہ علیہ وسلم اس سے قیامت کے دن باز پرس کریں گے۔ اب سیرت طیبہ کی روشنی میں عالمی امن کے قیام کے لئے چند رہنما اصول بیان کئے جاتے ہیں:

سیرت طیبہ کی روشنی میں عالمی امن کے قیام کے لئے چند رہنما اصول

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے عالمی امن کے قیام کے لئے مختلف اوقات میں خوبصورت کوششیں فرمائی ہیں، جن میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

1. **حلف الفضول**

عرب کی سرزمین میں کوئی باقاعدہ نظام حکومت نہیں تھا بلکہ قبائلی نظام موجود تھا۔ اگر کسی قبیلہ کا کوئی فرد دوسرے قبیلے کے کسی فرد کو قتل کر دیتا تو مقتول فرد کا قبیلہ صرف قاتل کو ہی قتل نہ کرتا بلکہ اس کے تمام قبیلے کو بھی انتقام کا نشانہ بناتا، لیکن کمزور قبائل کے لئے ایسا کرنا ممکن نہ تھا۔

اسی طرح اگر کوئی پردیسی کسی شہر میں آجاتا اور اس پر اس شہر کا کوئی فرد ظلم کرتا تو اس مسافر کی دادرسی کرنے والا کوئی نہ ہوتا۔ مکہ مکرمہ میں قریش کے دس قبائل آباد تھے، جو ایک دوسرے کے حلیف تھے۔ اگر کوئی عربی قبیلہ کسی قرشی قبیلہ پر حملہ کرتا تو تمام قریش کے قبائل مل کر حملہ آور قبیلہ کا مقابلہ کرتے۔ یہ کوئی نہ پوچھتا کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون۔

اہل مکہ کے درد دل رکھنے والے باشندے اس صورت حال سے کافی پریشان تھے۔ انہیں یہ پسند نہیں تھا کہ کوئی غریب الدیار مکہ مکرمہ میں آئے اور اس پر کوئی رئیس مکہ ظلم کرے تو مظلوم کا کوئی مددگار نہ ہو۔

"اسی دوران ایک واقعہ پیش آیا کہ یمن کا ایک زبید نامی تاجر مکہ مکرمہ میں سامان تجارت لے کر آیا تو مکہ کے ایک رئیس عاص بن وائل نے اس تاجر سے سامان تجارت خرید کر اس کی قیمت ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس تاجر نے عاص بن وائل کے دوست قبائل سے مدد کی درخواست کی لیکن بے سود۔

بالاخر اگلی صبح طلوع آفتاب کے بعد اس تاجر نے جبل ابی قبیس کے اوپر چڑھ کر بلند آواز سے فریاد کی:

"يَا آلَ فِهْرٍ لِمَظْلُومٍ بِضَاعَتُهُ ... بِبَطْنِ مَكّةَ نَائِي الدّارِ وَالنّفَرِ...."

"اے فہر کی اولاد اس مظلوم کی فریاد سنو جس کا سامان مکہ شہر میں ظلما چھین لیا گیا ہے جو اپنے وطن سے دور اور اپنے مددگاروں سے دور ہے۔۔۔۔۔"

سب سے پہلے پیغمبر امن وسلامتی کے چچا زبیر بن عبد المطلب نے اس کی آواز پر لبیک کہا اور فرمایا:

"ما لهذا مترك"

"اب اس فریاد کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا"

چنانچہ عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں بنوہاشم، بنو زہرہ، بنو تیم بن مرہ قبائل جمع ہوئے۔ تمام نے کھڑے ہو کر اللہ کے ساتھ یہ وعدہ کیا:

"وہ تمام مل کر ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کریں گے، یہاں تک کہ ظالم مظلوم کو اس کا حق ادا کر دے اور ہم اس وقت تک اس وعدہ پر قائم رہیں گے جب تک سمندر صوف (اون) کو تر کرتا رہے اور حراء اور ثبیر کے پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہیں اور معاش میں ہم ایک دوسرے کی ہمدردی کریں گے"

اس معاہدے کو حلف الفضول کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، کیونکہ زمانہ جاہلیت میں بنو جرہم نے بھی اس قسم کا ایک معاہدہ کیا تھا اور جن تین آدمیوں نے اس معاہدہ کو کامیاب کیا ان کا نام فضل تھا۔

1۔ فضل بن فضالہ 2۔ فضل بن وداعہ 3۔ فضیل بن حارث۔ بعض نے اس کا نام بھی فضل لکھا ہے۔ چونکہ اس معاہدہ کے بھی وہی مقاصد تھے، اس لئے یہ معاہدہ حلف الفضول کے نام سے مشہور ہوا۔ اس معاہدہ کی تکمیل کے بعد شرکاء عاص بن وائل کے گھر گئے اور اس سے اس مسافر تاجر کا سامان لے کر اسے واپس کر دیا۔ حضرت زبیر بن عبد المطلب نے اس وعدے پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"إنّ الْفُضُولَ تَحَالَفُوا، وَتَعَاقَدُوا ... أَلّا يُقِيمَ بِبَطْنِ مَكّةَ ظَالِمُ
أَمْرٌ عَلَيْهِ تَعَاهَدُوا، وَتَوَاثَقُوا ... فَالْجَارُ وَالْمُعَتّرُ فِيهِمْ سَالِمُ"[11]

"بے شک فضول نام والوں نے حلف اٹھایا ہے اور معاہدہ کیا ہے کہ کوئی ظالم شہر مکہ میں نہیں ٹھہرے گا۔
اس معاملے پر انہوں نے معاہدہ کیا ہے اور اسے پختہ کیا ہے، پس کوئی پردیسی اور فقیر جو ان میں ہو گا وہ ہر قسم کے ظلم سے محفوظ رہے گا"

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت بیس سال تھی۔ آپ علیہ السلام نے اس معاہدے میں شرکت فرمائی اور بعثت کے بعد بھی حضور علیہ السلام اس معاہدہ میں شرکت پر خوشی کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْفٍ , أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " لَقَدْ شَهِدْتُ فِي دَارِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُدْعَانَ حِلْفًا مَا أُحِبُّ أَنَّ لِيَ بِهِ حُمْرَ النَّعَمِ، وَلَوْ أُدْعَى بِهِ فِي الْإِسْلَامِ لَأَجَبْتُ "[12]

"حضرت طلحہ بن عبد اللہ بن عوف سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں عبد اللہ بن جدعان کے گھر اس معاہدہ میں موجود تھا، اگر مجھے اس معاہدہ کے بدلے میں سرخ اونٹ دیئے جائیں تو میں انہیں پسند نہیں کرتا اور اگر مجھے اسلام میں اس قسم کے معاہدہ کی دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کروں گا"

حلف الفضول کا یہ معاہدہ مدت دراز تک نافذ رہا۔ جب بھی کوئی مظلوم مدد کے لئے اہل قریش کو پکارتا تو اس کی مدد کی جاتی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم عالمی امن کے قیام کے خواہاں تھے، اس لئے آپ علیہ السلام نے اپنے چچا حضرت زبیر بن عبد المطلب اور دیگر قبائل قریش کے ساتھ مل کر حلف الفضول میں شرکت فرمائی اور جب بھی کسی مظلوم نے ظالم کے خلاف مدد کے لئے پکارا تو نبی امن وسلامتی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آواز پر لبیک کہا اور اس کی مدد کی۔

اب قیام امن کے لئے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ایک خوبصورت واقعہ بیان کیا جاتا ہے:

2. تنصیب حجر اسود کا واقعہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ شریف کو تعمیر فرمایا تھا، پھر مرور زمانہ کے ساتھ بیت اللہ شریف کی عمارت بوسیدہ ہو گئی تو قریش مکہ نے اسے از سر نو تعمیر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ جب خانہ کعبہ کی تعمیر کا کام شروع ہوا تو قریش کے مختلف قبائل اس میں شریک ہوئے۔ امن وسلامتی کے پیکر، ہر کار خیر میں سبقت لے جانے والے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تعمیر کعبہ میں شریک ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے اپنے چچا حضرت عباس کے ساتھ مل کر اس کار خیر میں حصہ لیا۔ دونوں حضرات مل کر پتھر اٹھا اٹھا کر پیش کرتے رہے۔

"جب حجر اسود کو اپنی جگہ رکھنے کا موقع آیا تو قبائل قریش کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔ ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ یہ سعادت اسے نصیب ہو۔ قریب تھا کہ قتل وغارت کا بازار گرم ہو جائے۔ بالآخر یہ طے پایا کہ کل جو شخص سب سے پہلے حرم کعبہ میں داخل ہو، اسے منصف مان لیا جائے اور اس کا فیصلہ قبول کیا جائے۔

حسن اتفاق سے اگلی صبح سب سے پہلے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم حرم شریف میں داخل ہوئے۔ حضور علیہ السلام کو دیکھ کر تمام لوگ پکار اٹھے:

"هَذَا الْأَمِينُ رَضِينَا، هَذَا مُحَمَّدٌ"

"یہ امین ہیں ہم ان پر راضی ہیں، یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا معاملہ سن کر فرمایا:

"هلم إلي ثوبا"

"میرے پاس ایک چادر لاؤ"

چادر لائی گئی تو حضور علیہ السلام نے اسے زمین پر بچھایا اور اپنے دست مبارک سے حجر اسود اس پر رکھا اور فرمایا کہ تمام قبائل کے سردار اس چادر کے کونے پکڑ کر اسے اٹھائیں، پھر آپ علیہ السلام نے حجر اسود کو اٹھا کر اس کے مقام پر رکھ دیا۔[13]

اس طرح نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذہانت و فطانت اور حکمت عملی کی وجہ سے قبائل کے درمیان جھگڑا ختم ہو گیا اور تمام قبائل خوش ہو گئے۔ اس سے واضح ہوا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کے اختلاف وانتشار اور لڑائی جھگڑے کے مخالف تھے اور جب بھی مختلف قبائل میں کوئی اختلاف ہوتا تو رسول امن وسلامتی ان کے درمیان صلح کروادیا کرتے تھے اور امن وسلامتی اور اخوت وبھائی چارے کو فروغ دیتے تھے۔

اب ہجرت کے بعد رسول امن وسلامتی صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام امن کے لئے ایک اور کوشش کا ذکر کیا جاتا ہے:

3. مواخات

ہجرت مدینہ کے بعد حضور علیہ السلام نے مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی، تاکہ مہاجرین کی مدد واعانت کی جاسکے اور ان کے غم وپریشانی کو ہلکا کیا جاسکے۔ آپ علیہ السلام نے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار کا بھائی بنادیا۔ انصار مدینہ نے اپنے مہاجرین بھائیوں سے اپنے حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ حسن سلوک کیا۔ انہوں نے اپنی آدھی جائیداد اپنے مہاجر بھائیوں میں تقسیم کردی۔ جس کی دو بیویاں تھیں اس نے اپنے انصاری بھائی کو پیش کش کی کہ جس بیوی کو تم کہتے ہو میں اسے طلاق دیتا ہوں اور عدت کے بعد تم اس سے نکاح کر لو لیکن مہاجرین نے اسے قبول نہ کیا۔ غزوہ بدر سے پہلے مواخات میں یہ بات شامل تھی کہ مہاجرین انصار کی وراثت میں حصہ دار ہوں گے، پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

"وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ"[14]

"اور قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں، کتاب اللہ کی رو سے عام مومنوں اور مہاجرین سے"[15]

غزوہ بدر کے بعد میراث کے بارے میں مواخات ختم ہو گئی۔ ہر انسان کی وراثت اس کے اقرباء اور عصبات کی طرف لوٹ گئی۔

"حضرت انس بن مالک کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں مہاجرین وانصار کے درمیان معاہدہ حلفی کروایا تھا"[16]

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام مواخات قائم کرنے کے کئی فوائد ظاہر ہوئے۔ مسلم جماعت جو مختلف عناصر اور گروہوں کا مجموعہ تھی، جس میں اختلا
پیار ومحبت کرنے لگے۔ انصار مدینہ اپنا سب کچھ اپنے مہاجرین بھائیوں پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ انہوں نے ایثار وقربانی کی

ایسی مثالیں قائم کیں جن کی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی۔ مہاجرین وانصار آپس میں امن وامان اور اخوت وبھائی چارے کے ساتھ خوشحال زندگی بسر کرنے لگے۔

رسول امن وسلامتی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں، یہود اور مشرکین کے درمیان ایک امن کا معاہدہ کیا، جسے میثاق مدینہ کہتے ہیں:

4. میثاق مدینہ

بیعت عقبہ اور مواخات کی صورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی ریاست کا آغاز کر دیا تھا اور مسلمانوں کو اتحاد اتفاق کے ساتھ ایک مرکز میں جمع کر دیا تھا۔ ہجرت کے بعد ریاست مدینہ میں مختلف رنگ ونسل اور مذہب کے لوگ بستے تھے۔ جیسے مدینہ کے یہودی قبائل، اوس وخزرج اور مسلمان مہاجرین وغیرہ۔ ان تمام لوگوں کے درمیان اتحاد ضروری تھا۔ چنانچہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مختلف الخیال لوگوں کے لئے ایک قانون اور معاہدہ ترتیب دیا، جسے میثاق مدینہ یا دستور مدینہ کہا جاتا ہے۔ اس کے چند اہم نکات درج ذیل ہیں:

أ. یہ ایک حلف نامہ ہے نبی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قریش اور اہل یثرب میں سے ایمان اور اسلام لانے والوں اور ان لوگوں کے درمیان جو ان کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کے ساتھ جنگ میں حصہ لیں۔

ب. مہاجرین جو قریش میں سے ہیں، اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور اپنے خون بہا باہم مل کر ادا کریں گے اور اپنے قیدی خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے، تاکہ اہل ایمان کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

ج. بنو اوس اپنے محلوں پر ذمہ دار ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر ادا کریں گے۔

د. کوئی مومن کسی دوسرے مومن کے مولی (معاہداتی بھائی) کے ساتھ خود معاہدہ برادری نہیں کرے گا۔

ہ. متقی ایمان والوں کے ہاتھ اس شخص کے خلاف اٹھیں گے جو ان میں سرکشی کرے یا گناہ یا زیادتی کرے یا ایمان والوں میں فساد پھیلانا چاہے اور ان کے ساتھ سب مل کر ایسے شخص کے خلاف اٹھیں گے خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

و. یہودیوں میں سے جو ہماری اتباع کرے گا تو اسے مدد اور مساوات حاصل ہو گی، نہ ان پر ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے خلاف کسی کو مدد دی جائے گی۔

ز. کوئی مشرک (غیر مسلم رعیت) قریش کی جان اور مال کو کوئی پناہ نہ دے گا اور نہ ہی اس سلسلہ میں کسی مومن کے آڑے آئے گا۔

ح. یہودی اس وقت تک اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں گے۔

ط. ان معاہدہ کرنے والوں میں اگر کوئی قتل یا جھگڑا ہو جس سے فساد کا اندیشہ ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کیا جائے گا۔

ي. قریش اور ان کے مددگاروں کو کوئی پناہ نہیں دی جائے گی۔

ک. یہودی اور مسلمان آپس میں مل کر اس کے خلاف اقدام کریں گے جو یثرب پر حملہ کرے گا۔

ل. اگر یہود کو کسی صلح میں بلایا جائے تو وہ بھی صلح کریں گے اور اس میں شریک رہیں گے اور اگر یہود کسی ایسے ہی معاملہ کے لئے اہل ایمان کو بلائیں تو مومنین بھی ان کے ساتھ ایسا ہی کریں گے سوائے اس کے کہ کوئی دینی جنگ کرے۔

م. یہ دستور کسی ظالم اور غدار کو بچانے کے لئے آڑے نہیں آئے گا۔ جو جنگ کے لئے نکلے یا مدینہ میں رہے، وہ دونوں امن کے مستحق ہیں سوائے اس کے جو ظلم کرے یا غداری کرے۔

ن. اللہ تعالی اور اس کا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے محافظ اور نگہبان ہیں جو وفا شعار ہیں اور اس نوشتہ کی تعمیل کرنے والے ہیں"[17]

اس بحث سے معلوم ہوا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ کے بعد مدینہ کے مختلف قبائل سے امن معاہدہ کیا تاکہ مدینہ منورہ کو تمام اندرونی اور بیرونی خطرات سے محفوظ کیا جاسکے اور اہل مدینہ امن و سلامتی اور اتفاق و اتحاد سے زندگی گزار سکیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کے ساتھ ایک اور امن معاہدہ کیا جو فتح مکہ کا سبب بنا، جسے صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔ اب اس کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے:

5. معاہدہ حدیبیہ

مدینہ منورہ دونوں اطراف سے دشمنوں میں گھرا ہوا تھا۔ شمال میں یہودی خیبر میں جمع تھے اور مدینہ منورہ سے جلاوطن ہونے والے بنونضیر اور بنو قینقاع بھی وہاں جمع ہو گئے، جب کہ جنوب میں اہل مکہ سے ہر وقت خطرہ رہتا تھا اور تین بڑی جنگیں ان سے ہو چکی تھیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ شمس الائمہ سرخسی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ذہین کمانڈر اور صاحب فراست سیاستدان کی طرح یہ فیصلہ کیا کہ ایک سے صلح کر لی جائے تو دوسرے سے مقابلہ کرنا آسان ہو جائے گا۔ لہذا صلح کے لئے قریش کو چنا گیا۔ اس کی چند وجوہات درج ذیل ہیں:

I. قریش مکہ سے قریبی تعلقات اور رشتہ داریاں تھیں۔

II. تین جنگوں کی وجہ سے قریش کی طاقت کم ہو چکی تھی اور وہ صلح پر جلد تیار ہو سکتے تھے۔

III. مکہ میں قحط پڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مدد کی تھی۔

IV. مکہ کی تجارتی شاہراہ بند ہونے سے قریش مکہ پریشان رہتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ آزادانہ تجارت کا راستہ ہموار ہو، اس لئے اہل مکہ بھی مسلمانوں سے صلح کرنا چاہتے تھے۔

V. نجد کے سردار ثمامہ بن اثال نے مکہ میں غلہ کی رسد بند کر دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش پر غلہ جاری کیا۔

VI. اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کی سفارش اور مدد کے ذریعے ان پر احسان کیا تھا۔

VII. حضور علیہ السلام نے ابوسفیان کی بیٹی حضرت ام حبیبہ سے نکاح فرمالیا تھا۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں صلح کی غرض سے آیا ہوں۔ آج مکہ والے جو مانگیں گے، صلح کے لئے دینے کے لئے تیار ہوں۔ ان حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ سے چند شرائط پر معاہدہ کیا۔[18]

معاہدہ صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ کا معاہدہ درج ذیل شرائط پر کیا گیا:

1) اہل مکہ اور مسلمانوں کے درمیان دس سال تک جنگ روک دی جائے۔ لوگ امن سے رہیں اور ایک دوسرے پر ظلم سے رکے رہیں۔

2) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے جو حج، عمرہ یا تجارت کے لئے مکہ آئے تو اس کی جان و مال کا امان ہو گا اور قریش کا جو شخص مصر یا شام (بروایت ابوعبید عراق یا شام) جاتے ہوئے مدینہ سے گزرے تو اسے جان و مال کا امان ہو گا۔[19]

3) قریش کا جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو وہ اسے واپس کر دیں گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس آئے گا تو وہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے نہیں کریں گے۔

4) ہم آپس میں باہم سینہ بند رہیں گے (جن میں باہر سے کوئی غداری داخل نہ ہو سکے گی) اور نہ خفیہ کسی دوسرے کی مدد کی جائے گی اور نہ علانیہ خود خلاف عہد دغا کریں گے۔

5) جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدے اور ذمہ داری میں داخل ہونا چاہتا ہے، وہ ایسا کر سکتا ہے اور جو قریش کے معاہدے اور ذمہ داری میں داخل ہونا چاہتا ہے، وہ بھی ایسا کر سکتا ہے۔

6) اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس جائیں گے، البتہ آئندہ سال آپ تین راتیں (مکہ) میں ٹھہر سکیں گے۔ تلواروں کے سوا دوسرے ہتھیاروں کی اجازت نہیں ہو گی۔ وہ (تلواریں) بھی میانوں میں ہوں گی۔[20]

اس بحث سے معلوم ہوا کہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں امن کو قائم کرنے کے لئے قریش مکہ سے ان کی شرائط کے مطابق معاہدہ حدیبیہ کیا تھا۔ یہ معاہدہ بظاہر کفار مکہ کے حق میں تھا اور مسلمانوں کے خلاف تھا لیکن اس کے ذریعے اسلام کو ترقی ملی۔ پھر قریش مکہ کی طرف سے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کی گئی اور حضور علیہ السلام کے حلیف قبیلہ بنو خزاعہ پر حملہ کیا گیا۔ اس خلاف ورزی کی وجہ سے یہ معاہدہ ٹوٹ گیا اور یہی چیز فتح مکہ کا سبب بنی۔

اب فتح مکہ اور اس کا اہم سبب ذکر کیا جاتا ہے:

6. فتح مکہ

غزوہ فتح مکہ کا اہم سبب درج ذیل ہے:

6 سن ہجری مقام حدیبیہ پر قریش اور مسلمانوں کے درمیان جو صلح نامہ تیار کیا گیا تھا، اس میں دیگر شرائط کے علاوہ دو شرطیں یہ تھیں:

1۔ فریقین دس سال تک ایک دوسرے کے خلاف جنگ نہیں کریں گے۔

2۔ عرب کے دوسرے قبائل کو یہ اجازت دے دی گئی کہ جو قبیلہ جس فریق کے ساتھ دوستی کرنا چاہے، کر سکتا ہے، اسے روکا نہیں جائے گا۔

چنانچہ بنو کنانہ نے قریش کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کر لیا، جب کہ بنو خزاعہ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ معاہدہ دوستی کر لیا۔

صلح حدیبیہ کے بائیس ماہ بعد قریش اور ان کے حلیف بنو بکر اور بنو کنانہ نے مل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف بنو خزاعہ پر رات کی تاریکی میں حملہ کر دیا اور ان کے بے شمار لوگوں کو قتل کر دیا، کئی لوگوں نے خانہ کعبہ میں پناہ لی لیکن انہیں وہیں تہہ تیغ کر دیا گیا۔

عمرو بن سالم خزاعی نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سنایا، تو رسول پاک علیہ السلام نے فرمایا:

"نصرت یا عمرو بن سالم"

"اے عمرو بن سالم تیری مدد کی جائے گی"

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے بنو کعب پر ڈھائے جانے والے مظالم کی داستان سن کر فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَمْنَعَنَّهُمْ مِمَّا أَمْنَعُ مِنْهُ نَفْسِي وَأَهْلِ بَيْتِي»[21]

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ضرور ان کا ہر دشمن سے دفاع کروں گا جس سے میں اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال کا دفاع کرتا ہوں"

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر حملہ کرنے سے پہلے کفار مکہ کے پاس اپنا سفیر بھیجا اور ان کے سامنے تین تجاویز پیش کیں کہ کسی ایک کو قبول کر لیں:

1. بنو خزاعہ کے مقتولوں کی دیت ادا کریں۔
2. بنو نفاثہ سے اپنی دوستی کا معاہدہ ختم کر دیں۔
3. صلح حدیبیہ کو علانیہ طور پر ختم کر دیں۔

قریش مکہ نے تیسری تجویز قبول کر لی اور کہا کہ ہم علانیہ طور پر صلح حدیبیہ کو ختم کرتے ہیں۔

یہ تجاویز سراسر امن وسلامتی پر مبنی تھیں۔ ان میں ظلم وستم کا شائبہ تک بھی نہیں تھا۔ یہ تجاویز ظاہر کرتی ہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کو برقرار رکھنا چاہتے تھے، کیونکہ آپ علیہ السلام جنگ وقتال کے مخالف تھے۔

قریش کو بعد میں اپنے اس فعل پر بڑی ندامت ہوئی۔ انہوں نے ابوسفیان کو معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کے لئے مدینہ منورہ بھیجا۔ اس نے حضور علیہ السلام سے معاہدہ کی تجدید کی درخواست کی جو منظور نہ ہوئی۔ ابوسفیان نے خود رسول پاک کے سامنے کھڑے ہو کر معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کا اعلان کر دیا، پھر وہ واپس مکہ لوٹ آیا۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رازداری سے مکہ پر حملہ کا پروگرام بنایا اور آس پاس کے قبائل کو بھی اپنے ساتھ جانے کا حکم دے دیا۔

"ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار مجاہدین کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ دوران سفر عرج اور طلوب کے درمیان امن وسلامتی کے پیکر آقا علیہ السلام نے ایک کتیا دیکھی جس نے ابھی ابھی اپنے چند بچے جنے تھے، جو اپنی ماں کا دودھ پی رہے تھے۔ نبی رحمت علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی حضرت جمیل بن سراقہ کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ اس کتیا اور اس کے بچوں کی حفاظت کریں تاکہ لشکر اسلام کا کوئی شخص انہیں تکلیف نہ پہنچائے"[22]

وہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک کتیا کو تکلیف نہیں پہنچاتے۔ انہیں دہشت گرد کہنا اور جنگ وقتال کا شوقین کہنا کتنی نادانی اور بیوقوفی ہے۔

دوران سفر حضور علیہ السلام کے چچا حضرت عباس مسلمان ہو کر ہجرت کر کے آپ علیہ السلام کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ان کے علاوہ ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب اور عبد اللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ بھی مکہ سے ہجرت کر کے حضور علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔ ان دونوں نے بارگاہ مصطفوی میں حاضری کی اجازت طلب کی لیکن حضور علیہ السلام نے انہیں اجازت نہ دی، کیونکہ یہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے سخت مخالف اور گستاخ تھے۔ ابوسفیان کے ساتھ اس کا چھوٹا بیٹا بھی تھا۔ اس نے کہا اگر مجھے آپ حاضری کی اجازت نہیں دیں گے تو میں اپنے بچے کے ساتھ لق ودق صحرا میں جا کر بھوک پیاس سے ہلاک ہو جاؤں گا۔

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر رحم آ گیا اور انہیں حاضری کی اجازت دے دی۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے انہیں نبی پاک علیہ السلام کے سامنے سے حاضر ہونے کا مشورہ دیا اور فرمایا رسول مہربان کے سامنے وہ بات کہنا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف کے سامنے کہی تھی:

"تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِينَ"[23]

"خدا کی قسم بزرگی دی ہے اللہ تعالی نے آپ کو ہم پر اور بے شک ہم ہی خطاکار تھے"[24]

اس کی وجہ حضرت علی نے یہ بتائی کہ حضور علیہ السلام کی عادت مبارک ہے کہ جب کوئی شخص کوئی درخواست پیش کرتا ہے تو آپ علیہ السلام اس کا بہترین جواب دیتے ہیں۔

ان دونوں حضرات نے حسب نصیحت جب بارگاہ مصطفی میں یہی آیت پڑھی تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَاتَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ"[25]

"نہیں کوئی گرفت تم پر آج کے دن معاف فرمادے اللہ تعالی تمہارے (قصوروں) کو اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے"[26]

دونوں حضرات نے اسلام قبول کرلیا۔ کفار مکہ نے حالات جاننے کے لئے ابوسفیان کو مقرر کیا۔ ابوسفیان حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کے ساتھ مل کر لشکر اسلام کے بارے میں جاننے کے لئے روانہ ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اگر تمہاری ملاقات ابوسفیان سے ہو تو اسے قتل نہیں کرنا۔ بالآخر حضرت عباس ابوسفیان اور اس کے دونوں ساتھیوں کو لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔ ان تینوں حضرات نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگئے۔ ابوسفیان کے مشرف باسلام ہونے کے بعد حضور علیہ السلام علیہ السلام نے اس کی دلجوئی کے لئے فرمایا:

«مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ»[27]

"جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگیا وہ امن والا ہے"

ابوسفیان نے کہا کہ میرے گھر کتنے لوگ سما سکیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"

جو حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہوگیا وہ بھی امن پاگیا، پھر رسول رحمت صلی اللہ نے فرمایا: جو مسجد میں داخل ہوجائے گا اسے بھی امان ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ مسجد میں بھی چند لوگ سما سکیں گے۔ رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم نے عفو عام کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیا اسے بھی امان ہے۔ ابوسفیان نے کہا:

"هذه واسعة"

"یہ وسیع اعلان ہے"[28]

اس روایت سے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عفو ودر گزر، وسیع رحمت اور امن وسلامتی کا پیکر ہونا ظاہر ہورہا ہے۔

جب ابوسفیان واپس جانے لگا تو حضور علیہ السلام کے حسب ارشاد اسے ایک تنگ جگہ پر روک لیا گیا تاکہ لشکر اسلام کی شان وشوکت کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کرسکے۔ جب حضرت سعد بن عبادہ کا گزر ابوسفیان کے پاس سے ہوا تو آپ نے ابوسفیان کو للکارتے ہوئے فرمایا:

"اليوم يوم الملحمة، اليوم تستحل الحرمة، اليوم أذل الله قريشا"[29]

"آج کا دن قتل وغارت کا دن ہے، آج حرم میں خون ریزی کی جائے گی، آج اللہ تعالی قریش کو ذلیل کرے گا"

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر سمیت ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو اس نے عرض کی: یارسول اللہ کیا آپ نے حکم دیا ہے کہ آپ کی قوم کو قتل کردیا جائے؟ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ سعد بن عبادہ نے کیا کہا ہے؟ حضور نے پوچھا کہ سعد نے کیا کہا؟ ابوسفیان نے کہا، سعد نے کہا ہے: اليوم يوم الملحمة---- پھر کہنے لگا میں آپ کی قوم کے بارے میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، کیونکہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ نیکوکار ہیں۔ سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ سب سے زیادہ رحیم وکریم ہیں۔ رسول رحمت علیہ السلام نے فرمایا:

"يا أبا سفيان كذب سعد، اليوم يوم المرحمة، اليوم أعزّ الله فيه قريشا. أي وفي رواية: اليوم يعظم الله فيه الكعبة، اليوم تكسى فيه الكعبة"[30]

"اے ابو سفیان سعد نے جھوٹ کہا ہے، آج رحم کا دن ہے، آج اللہ تعالی قریش کو عزت دے گا۔ دوسری روایت میں ہے: آج اللہ تعالی کعبہ کی عزت میں اضافہ فرمائے گا، آج کعبے کو غلاف پہنایا جائے گا"

ہادی برحق علیہ السلام نے اپنے سپہ سالاروں کو مختلف اطراف سے مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا اور ساتھ یہ تاکید بھی فرمادی کہ وہ اپنی تلواروں کو نیام میں رکھیں۔ جب تک کفار ان پر حملہ میں پہل نہ کریں، یہ کسی پر حملہ نہ کریں۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید کے سوا جتنے سپہ سالار اپنے مجاہدین کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے، کسی نے ان پر حملہ نہیں کیا۔

عجز وانکسار کے پیکر رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم جب فاتحانہ طریقے سے مکہ میں داخل ہو رہے تھے تو آپ نے اپنی گردن جھکائی ہوئی تھی اور زبان پر اللہ تعالی کی حمد وثناء جاری تھی۔ جب ہادی برحق حرم مکہ میں داخل ہوئے تو پہلے طواف کیا پھر کعبہ کے اندر جا کر نماز پڑھی اور کعبہ کے آس پاس جتنے بت تھے سب کو توڑ دیا، پھر کفار مکہ سے خطاب کرتے ہوئے پوچھا:

«مَا تَقُولُونَ إِنِّي فَاعِلٌ بِكُمْ» ؟

قَالُوا: خَيْرًا.. أَخٌ كَرِيمٌ، وَابْنُ أَخٍ كَرِيمٍ.

فَقَالَ: [أَقُولُ كَمَا قَالَ أَخِي يُوسُفُ: «لا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ»] الآية «إذهبوا فأنتم الطلقاء»[31]

"تم کیا کہتے ہو میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں؟ سب نے کہا: اچھا سلوک کیونکہ آپ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں تم سے وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے کہا تھا: آج تم سے کچھ مواخذہ نہیں ہو گا، جاؤ تم سب آزاد ہو"

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان فرمادیا اور یہ معافی کی خوشخبری ان بدبختوں کو سنائی گئی جنہوں نے حضور علیہ السلام کو شاعر، کاہن، جادوگر اور مجنون کہا تھا۔

جن ظالموں نے شعب ابی طالب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاندان سمیت تین سال تک قید کر کے رکھا تھا۔

جنہوں نے مہاجرین حبشہ کو واپس مکہ لانے کی پوری کوشش کی تاکہ ان پر ظلم وستم جاری رکھ سکیں۔

یہ معافی کا اعلان ان کے لئے تھا جنہوں نے رسول برحق کو اپنے شہر مکہ سے نکلنے پر مجبور کیا تھا۔

جنہوں نے مہاجرین کے مال واسباب پر ناجائز قبضہ کر لیا تھا۔

جن بدنصیبوں نے رسول پاک علیہ السلام کے مہربان چچا حضرت حمزہ کو شہید کر کے ان کے اعضاء کا مثلہ کیا تھا۔

یہ عفو ودرگزر ان کفار کے لئے تھی جنہوں نے مدینہ جیسی چھوٹی بستی پر دس ہزار کے لشکر جرار کے ساتھ حملہ کیا تھا۔

جنہوں نے حدیبیہ کے مقام پر محسن انسانیت کو روک دیا گیا تھا۔ آپ کو عمرہ کی اجازت نہ دی گئی بلکہ اپنی من مانی شرائط پر صلح کا معاہدہ کیا۔

یہ معافی ان ظالموں کے لئے تھی جنہوں نے بنو بکر قبیلہ کو حضور علیہ السلام کے حلیف قبیلہ بنو خزاعہ پر حملہ کے لئے اکسایا اور حرم کعبہ میں
بھی انہیں قتل کیا۔

نبی امن وسلامتی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کو یہ مژدہ اس وقت سنایا جب آپ کو مکہ میں مکمل فتح ہو چکی تھی۔

پھر غزوہ ہوازن میں مسلمانوں کو کثیر مال غنیمت حاصل ہوا تو نبی جواد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مال واسباب مکہ کے نو عمر مسلمانوں کو عطا فرمادیئے، تاکہ ان کے دلوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں جو حسد وعداوت ہے، وہ ختم ہو جائے اور ان کے دل اسلام اور بانی اسلام کی محبت سے لبریز ہو جائیں۔

عفوو در گزر کا جو مظاہرہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا، تاریخ عالم میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ کسی حکمران، کسی سیاستدان اور کسی جرنیل نے کبھی اس طرح کے عفوو در گزر کا مظاہرہ نہیں کیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ کرم نوازی اور امن وسلامتی کا اظہار سوائے نبی خدا کے کوئی نہیں کر سکتا۔ یہ رحم وکرم اور عفوو در گزر اس فرمان خداوندی کی عملی تصویر ہے:

"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ"[32]

"اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے"[33]

رسول امن وسلامتی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس کا بہترین عملی اظہار فتح مکہ کے موقع پر ہوا۔

نتائج بحث

مذکورہ بحث سے درج ذیل نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں:

1) اسلام کی تعلیمات امن وسلامتی، عفوو در گزر اور رحم وکرم پر مشتمل ہیں۔
2) اسلام ہر قسم کی دہشت گردی، قتل وغارت، فساد وانتشار، تعصب اور تنگ نظری سے پاک ہے۔
3) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم امن وسلامتی، عفوو در گزر اور رحم وکرم کا بہترین نمونہ تھے۔
4) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کے ظلم وستم کے خلاف تھے۔ اس کی بہترین مثال آپ علیہ السلام کا حلف الفضول میں شریک ہونا ہے۔
5) محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم قتل وغارت اور لڑائی جھگڑے کے خلاف تھے۔ آپ علیہ السلام نے اپنی بہترین حکمت عملی کے ذریعے تنصیب حجر اسود کے سلسلہ میں اپنی قوم کو قتل وغارت سے بچالیا۔
6) ہادی برحق علیہ السلام نے مہاجرین وانصار کو مواخات کے ذریعے محبت واخوت کے رشتے کی لڑی میں پرو دیا اور ان کے درمیان بیگانگی اور اجنبیت کے احساس کو ختم فرمادیا۔
7) محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کے بعد مسلمانوں، یہودیوں اور مشرکین کے درمیان امن کا معاہدہ کرنا، آپ علیہ السلام کے پیغمبر امن وسلامتی ہونے کا واضح ثبوت ہے۔
8) پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے میثاق مدینہ کے ذریعے مدینہ منورہ کو اندرونی اور بیرونی خطرات سے محفوظ بنادیا۔
9) نبی امن وسلامتی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر عالمی قیام امن کے لئے قریش مکہ کے ساتھ صلح حدیبیہ کا معاہدہ طے کیا۔
10) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان فرما کر عالمی قیام امن کے لئے بہترین مثال قائم فرمائی۔

سفارشات وتجاویز

اس مقالہ کی روشنی میں درج ذیل سفارشات وتجاویز پیش کی جاتی ہیں:

1. عصر حاضر میں طاقتور ممالک جیسے اقوام متحدہ اور ورلڈ بینک کو حلف الفضول جیسا معاہدہ کرنا چاہئے، تاکہ پوری دنیا میں کوئی طاقتور ملک کسی غریب ملک پر بلاوجہ حملہ نہ کر سکے۔

2. O.I.C کو منظم کرنا چاہئے اور مسلم بلاک بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تمام اسلامی ممالک کو آپس اتفاق واتحاد اور امن و سلامتی سے رہنا چاہئے، تاکہ کوئی دشمن کسی مسلمان ملک پر حملہ نہ کر سکے۔
3. سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز میں سیرت چیئرز بنانی چاہئے، تاکہ ہمارے طلباء وطالبات اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی لے کر پوری دنیا میں امن و سلامتی کو عام کر سکیں۔
4. ہمیں باعمل اور باکردار مسلمان بن کر اسلام کی تعلیمات امن و سلامتی کو پوری دنیا میں پھیلانے کی کوشش کرنی۔
5. پوری قوم کو دہشت گردی، فتنہ فساد، تعصب، تنگ نظری، برائیوں اور جہالت کے خلاف جہاد کرنا چاہئے۔

مصادر و مراجع

1) پیر محمد کرم شاہ الازہری، **جمال القرآن**، (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز)۔
2) محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: 279هـ)، **الجامع الكبير- سنن الترمذي**، المحقق: بشار عواد معروف، (الناشر: بيروت، دار الغرب الإسلامي –سنة النشر: 1998م).
3) أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى: 458هـ)، **السنن الكبرى**، المحقق: محمد عبد القادر عطا، (الناشر: بيروت – لبنان، دار الكتب العلمية، الطبعة: الثالثة، 1424 هـ - 2003 م)۔
4) أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى: 581هـ)، **الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام**، المحقق: عمر عبد السلام السلامي، (الناشر: بيروت، دار إحياء التراث العربي، الطبعة: الطبعة الأولى، 1421هـ/ 2000م)۔
5) أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى: 774هـ)، **السيرة النبوية (من البداية والنهاية لابن كثير)**، تحقيق: مصطفى عبد الواحد، (الناشر: بيروت – لبنان، دار المعرفة للطباعة والنشر والتوزيع، عام النشر: 1395 هـ - 1976م)۔
6) ابن هشام، ابومحمد عبدالملك بن هشام، **السيرة النبوية**، (ملتان: عبد التواب، اكيدمي)۔
7) صفي الرحمن المباركفوري (المتوفى: 1427هـ)، **الرحيق المختوم**، (الناشر: بيروت، دار الهلال، (نفس طبعة وترقيم دار الوفاء للطباعة والنشر والتوزيع) الطبعة: الأولى)۔
8) علي بن إبراهيم بن أحمد الحلبي، أبو الفرج، نور الدين ابن برهان الدين (المتوفى: 1044هـ)، **السيرة الحلبية = إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون**، (الناشر: بيروت، دار الكتب العلمية - الطبعة: الثانية - 1427هـ)۔
9) عياض بن موسى بن عياض بن عمرون اليحصبي السبتي، أبو الفضل (المتوفى: 544هـ)، **الشفا بتعريف حقوق المصطفى**، (الناشر: عمان دار الفيحاء، الطبعة: الثانية – 1407هـ)
10) ڈاکٹر حمید اللہ، **عہد نبوی میں نظام حکمرانی**، (کراچی: اردو اکیڈمی، 1981ء)۔
11) البلاذري، احمد بن يحي، **فتوح البلدان**، (القاهرة: 1958)۔
12) زين الدين محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفين بن علي بن زين العابدين الحدادي ثم المناوي القاهري (المتوفى: 1031هـ)، **التوقيف على مهمات التعاريف**، (الناشر:
القاهرة: عالم الكتب 38 عبد الخالق ثروت- الطبعة: الأولى، 1410هـ-1990م).
13) د أحمد مختار عبد الحميد عمر (المتوفى: 1424هـ) بمساعدة فريق عمل، **معجم اللغة العربية المعاصرة**، (الناشر: عالم الكتب الطبعة: الأولى، 1429 هـ - 2008 م)۔

[1] Zain al-Dīn Muḥammad al-mad'ū bi-'Abd al-Ra'ūf bin Tāj al-'Ārifīn bin 'Alī bin Zain al-'Ābidīn al-Ḥaddādī thumma al-Manāwī al-Qāhirī, Al-Tawqīf 'alā Muhimmat al-Ta'ārīf, (Cairo: 'Ālam al-Kutub, 1st Edition: 1410 A.H/1990 C.E.), 1:63.

[2] Dr. Aḥmad Mukhtār 'Abd al-Ḥamīd 'Umar, Mu'jam al-Lugha al-'Arabiyya al-Mu'āṣira, (Cairo: 'Ālam al-Kutub, 1st Edition: 1429 A.H/2008 C.E.), 1:123.

[3] Al-Qur'ān, Al-Mā'idah 5:32.

[4] Pīr Muḥammad Karam Shāh al-Azharī, Jamāl al-Qur'ān, (Lahore: Ḍiyā al-Qur'ān Publications), 201.

[5] Al-Qur'ān, Al-An'ām 6:81-82.

[6] Al-Azharī, Jamāl al-Qur'ān, 241.

[7] Al-Qur'ān, Al-Baqarah 2:126.

[8] Al-Azharī, Jamāl al-Qur'ān, 35.

[9] Muḥammad bin 'Īsā bin Sawra bin Mūsā bin al-Ḍaḥḥāk al-Tirmidhī, Al-Jāmi' al-Kabīr – Sunan al-Tirmidhī, Teḥqīq: Bashār 'Awwād Ma'rūf, (Beirūt: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1st Edition: 1998 C.E.), Ḥadīth No: 2627.

[10] Abū Dāwūd Sulaymān bin al-Ash'ath bin Isḥāq bin Bashīr bin Shaddād bin 'Amr al-Azdī al-Sijistānī, Sunan Abī Dāwūd, Teḥqīq: Muḥammad Muḥyī al-Dīn 'Abd al-Ḥamīd, (Beirūt: al-Maktabah al-'Aṣriyyah, Ṣaydā), Ḥadīth No: 3052.

[11] Abū al-Qāsim 'Abd al-Raḥmān bin 'Abd Allāh bin Aḥmad al-Suhaylī, Al-Rawḍ al-Unuf fī Sharḥ al-Sīrah al-Nabawiyyah li-Ibn Hishām, Teḥqīq: 'Umar 'Abd al-Salām al-Salāmī, (Beirūt: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, 1st Edition: 1421 A.H/2000 C.E.), 2:47.

[12] Aḥmad bin al-Ḥusayn bin 'Alī bin Mūsā al-Khusrawjirdī al-Khurāsānī, Al-Sunan al-Kubrā, Teḥqīq: Muḥammad 'Abd al-Qādir 'Aṭā, (Beirūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 3rd Edition: 1424 A.H/2003 C.E.), 6:596.

[13] Abū al-Fidā Ismā'īl bin 'Umar bin Kathīr al-Qurashī al-Dimashqī, Al-Sīrah al-Nabawiyyah, Teḥqīq: Muṣṭafā 'Abd al-Wāḥid, (Beirūt: Dār al-Ma'rifah, 1st Edition: 1395 A.H/1976 C.E.), 1:280.

[14] Al-Qur'ān, Al-Aḥzāb 33:6.

[15] Al-Azharī, Jamāl al-Qur'ān, 682.

[16] Ibn Hishām, Al-Sīrah al-Nabawiyyah, (Multān: 'Abd al-Tawwāb Akadīmī), 2:18.

[17] Ibn Hishām, Al-Sīrah al-Nabawiyyah, 1:501-504.

[18] Dr. Ḥamīdullāh, 'Ahd Nabawī me Nizām-e-Ḥukmrānī, (Karāchī: Urdū Akadīmī, 1981 C.E.), 100-111.

[19] Al-Balādhurī, Aḥmad bin Yaḥyā, Futūḥ al-Buldān, (Cairo: 1958 C.E.), 35.

[20] Ibn Hishām, Al-Sīrah al-Nabawiyyah, 2:317.

[21] Abū Bakr 'Abd al-Razzāq bin Hammām al-Yamānī al-Ṣan'ānī, Al-Muṣannaf, Teḥqīq: Ḥabīb al-Raḥmān al-A'ẓamī, (Beirūt: al-Majlis al-'Ilmī, India – 2nd Edition: 1403 A.H), 5:374.

[22] Muḥammad bin Yūsuf al-Ṣāliḥī al-Shāmī, Subul al-Hudā wa-l-Rashād fī Sīrah Khayr al-'Ibād, Teḥqīq: 'Ādil Aḥmed 'Abd al-Mawjōd and 'Ali Muḥammad Mu'awiz, (Beirūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1st Edition: 1414 A.H/1993 C.E.), 5:203.

[23] Al-Qur'ān, Yūsuf 12:91.

[24] Al-Azharī, Jamāl al-Qur'ān, 410-411.

[25] \ Al-Qur'ān, Yūsuf 12:92.

[26] Al-Azharī, Jamāl al-Qur'ān, 411.

[27] Abū al-Walīd Muḥammad bin 'Abd Allāh al-Azraqī, Akhbār Makkah wa mā jā'a fīhā min al-Āthār, Teḥqīq: Rushdī al-Ṣāliḥ Milḥas, (Beirūt: Dār al-Andalus), 2:235.

[28] Ibn Kathīr, Al-Sīrah al-Nabawiyyah, 3:552.

[29] Ṣafī al-Raḥmān al-Mubārakfūrī, Al-Raḥīq al-Makhtūm, (Beirūt: Dār al-Hilāl, Same Edition as Dār al-Wafā' li-l-Ṭibā'ah wa-l-Nashr wa-l-Tawzī', 1st Edition), 1:369.

[30] 'Alī bin Ibrāhīm bin Aḥmad al-Ḥalabī, Al-Sīrah al-Ḥalabiyyah = Insān al-'Uyūn fī Sīrat al-Amīn al-Ma'mūn, (Beirūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2nd Edition: 1427 A.H), 3:118.

[31] 'Iyāḍ bin Mūsā al-Yaḥṣūbī al-Sabtī, Al-Shifā bi-Ta'rīf Ḥuqūq al-Muṣṭafā, (Amman: Dār al-Fayḥā', 2nd Edition: 1407 A.H), 1:228.

[32] Al-Qur'ān, Al-Anbiyā' 21:107.

[33] Al-Azharī, Jamāl al-Qur'ān, 544.